Lesson 2: Al-Anfal (Ayaat 20- 40):Day 6 　　سُوۡرَۃُ الۡاَنۡفَال کی تفسیر

اب آگے دیکھیں کہ نہ سُننے والے اللہ کی نگاہوں میں کیسے ہیں؟

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الۡبُكۡمُ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۲﴾

بے شک سب جانوں میں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے ﴿۲۲﴾

الدَّوَآبِّ: ہر چلنے والے کو کہتے ہیں یعنی ہر جاندار۔ عربی زبان مین ہر حرکت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ قرآن میں دوابہ لفظ بھی آیا ہے۔

بدترین مخلوق جانوروں، کیڑے مکوڑوں سے بھی بُرے اللہ کے نزدیک ایسے ہی لوگ ہیں جو حق باتوں سے اپنے کان بہرے کر لیں اور حق کے سمجھنے سے گونگے بن جائیں، بے عقلی سے کام لیں۔ اس لیے کہ تمام جانور بھی اللہ قادر کل کے زیر فرمان ہیں جو جس کام کیلئے بنایا گیا ہے اس میں مشغول ہے مگر یہ ہیں کہ عبادت کے لیے پیدا کئے گئے لیکن کفر کرتے ہیں۔

یعنی جب کوئی بات سُن تو لے لیکن اُس پر کوئی ردِّ عمل ظاہر نہ کرے۔ بات کو سُنی اَن سنی کر دے۔ اگر انسان سُنے لیکن اُس پر عمل نہ کرے۔

کائنات میں ہم کئی طرح کے جانور دیکھتے ہیں۔ ہم کچھ جانوروں سے کئی طرح کے فائدے بھی اُٹھاتے ہیں۔ یعنی دودھ لیتے ہیں، سواری کرتے ہیں یا گوشت کھاتے ہیں۔ لیکن کچھ جانوروں کا ہمیں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا (صرف اللہ کو اُن کی صحیح صورتِ حال کا علم ہے)۔ تو ایسے انسان جو اللہ کا اطاعت گزار نہیں ہے وہ دنیا کے لئے فائدے مند نہیں ہے۔

دوسری بات یہ دیکھیں کہ یہاں عبادات کا ذِکر نہیں آیا، یہاں نہ سننے کا ذِکر آیا ہے۔یعنی ایسے انسان جو نماز روزہ نہیں کرتے وہ دراصل سنتے نہیں ہیں۔ پیچھے ہم پڑھ چکے ہیں کہ ایسے لوگ گونگے بہرے کی طرح ہیں۔ جو بظاہر بولتے اور سنتے ہیں لیکن اُن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔

اب اللہ نے تو انسان کو بہترین مخلوق بنایا تھا تو پھر یہ جانوروں سے بھی بدتر کیسے ہو گیا؟اس کی کچھ وجوحات ہیں۔

1: سستی۔سُست بنے بیٹھے ہیں۔ اللہ کی راہ میں بھاگ دوڑ نہیں کرتے۔عبادات اور نیکی کے کام نہیں کرتے۔

2:یقین کی کمی۔مثال حدیث کا خلاصہ؛یعنی اگر فجر اور عشاء کی نماز مسجد میں جا کر پڑھ لیں تو سارا دِن اللہ کی حفاظت میں رہیں گے۔لوگ کیوں نہیں جاتے؟ کیوں جماعت کے ساتھ مسجد نہیں پڑھتے؟اگر یہ اعلان ہو جائے کہ ہر مسجد میں نماز پڑھنے والے کو سو پونڈ ملیں گے پھر کتنے لوگ جائینگے؟اگر کوئی یہ کہے کہ حجاب کرنے والی کو روزانہ سونا یا ہیرا ملے گا پھر کتنی عورتیں کرینگی؟ در اصل ہمارے یقین میں کمی ہے۔ علیؓ کا قول: کہ اگر اللہ کو میں اپنی آنکھ سے دیکھ لوں تو پھر بھی میرے یقین میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا کیونکہ علیؓ کا یقین اتنا مضبوط تھا کہ بغیر دیکھے بھی مکمل یقین تھا۔

جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں۔

عام طور پر مسلمان یا سُست ہیں یا یقین کی کمی ہے۔وہ منافق نہیں لیکن سُست ہیں۔

3:اگلی وجہ ہے حُبِّ دنیا: آج لوگوں میں دنیا کی محبت بہت ہے۔ حدیثِ رسولؐ کا خلاصہ؛ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔

4:خواہشات سے محبت۔ جن کی زندگی کا مقصد ہی گلیمر ہے۔ عیش، مزے۔ ہر وقت دنیا کی چیزیں لینے کے لئے رال ٹپکتی ہے۔ ہر وقت نئی چیزوں کے پیچھے۔ فیشن کے پیچھے دیوانے لوگ۔ ضرورت کو خواہش بنالیں گے۔

5: من مانی: مجھے سب پتا ہے۔ مجھے کچھ نہ بتائیں۔ مجھے ہر بات کا علم ہے۔ میں اپنی مرضی کروں گی۔ اپنے آپ کو خاص سمجھنا۔ اللہ کے حکم کو پیچھے ڈال دینا۔

6: کسی چیز کی محبت میں چُور ہو جانا۔ غفلت۔ نفع و نقصان سے عاری۔ مثال کسی لڑکے کا لڑکی کی محبت میں دیوانہ ہونا یا لڑکی کا لڑکے کے پیچھے پاگل ہونا۔ خریداری کے پیچھے پاگل ہو جانا۔

دِل چسپی نہ ہونا۔ قرآن سُننے سے دل چسپی ہو گی تو اللہ اور رسولؐ کی باتیں محبت سے سُنتے ہیں۔ ورنہ کوئی دلچسپی ہی نہیں لیتے۔

اللہ کو سُننے والے بہت ہیں۔ اُس کی عبادت تو کائنات میں بسنے والی بہت مخلوق اور جاندار کرتے ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾

اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر انہیں اب سنا دے تو منہ پھیر کر بھاگیں ﴿۲۳﴾

اگر اللہ چاہتا تو اللہ ان کو بھلائی کی طرف لے آتا۔ لیکن اگر اللہ اس طرف لے بھی آتا تو وہ پھر بھی چھوڑ کر چلے جاتے۔ یعنی اللہ کو معلوم تھا کہ اُن کو دلچسپی کوئی نہیں ہے اس لئے اُن کو گمراہی کی طرف جانے دیا۔ کہ جاؤ جو مرضی کرو پھر اللہ تم سے پوچھ لے گا۔

حدیث کا خلاصہ ہے کہ ہر سو اونٹوں میں سے ایک کام کا ہوتا ہے۔ عام طور پر بھی دیکھ لیں کہ ہمارے جاننے والوں، رشتے داروں میں سو لوگوں میں سے ہم دس یا بارہ کو ہی بہت پسند کرتے ہیں۔ اور سو میں سے دو چار ہی ذہین لوگ ہوتے ہیں۔ باقی عام لوگ ہی ہوتے ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آدم کی اولاد میں سے ہر ہزار میں سے 999 جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں۔ آدم یہ سن کر پریشان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو یاجوج اور ماجوج بھی اسی میں شامل ہوتے ہیں۔

مثال: زمین کے نیچے سے کیسی نعمتیں نکلتی ہیں۔ جیالوجسٹ زمین کے اندر سے معدنیات اور تیل وغیرہ نکالتے ہیں۔ لیکن وہ اُسی زمین پر کام کرتے ہیں جہاں سے کچھ نکلنے کی اُمید ہو۔ وہ ایسی زمین پر وقت ضائع نہیں کرتے جہاں سے کچھ نکلنا ہی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ جس بندے کے اندر خیر دیکھتا ہے اُس کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ ورنہ اللہ گمراہ بندے کو دنیا داری میں مصروف کر دیتا ہے۔ اردو میں محاورہ ہے 'ان تلوں میں تیل نہیں'۔ یا جب ہم آم یا مالٹے کا رس نکالتے ہیں تو کیا ہم گلے سڑے یا کمزور مالٹے کا جوس / رس نکال کر پیئیں گے؟ اللہ صرف اُن لوگوں کو دین کی طرف لاتا ہے جن کے اندر خیر ہوتی ہے۔ اور دل میں اللہ کی محبت اور شوق رکھتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ انکے اسلام لانے کا واقعہ 6 سن نبوی کا ہے۔ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے صرف تین دن بعد مسلمان ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے اسلام لانے کے لئے دعا کی تھی۔ چنانچہ امام ترمذی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الاِسلَامِ بِاَحَبِّ الَّجُلَینِ اِلَیکَ بعمر بن الخطاب اَو بِاَبِی جھل بن ہشام۔

ترجمہ: اے اللہ! عمر بن الخطاب اور ابو جہل بن ہشام میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اسکے ذریعے سے اسلام کو قوّت پہنچا۔ (ابو جہل کا اصلی نام ہشام تھا کیونکہ وہ اپنے اپ کو ابو الحکم کہتا تھا تو اسلام نے اُسے ابو جہل یعنی جاہلوں کا سردار کا نام دیا)

اللہ نے یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ اللہ کے نزدیک ان دونوں میں زیادہ محبوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی تند مزاجی اور سخت خوئی کے لئے، مشہور تھے۔ انکی طبعیت کی سختی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرط عداوت کا یہ حال تھا کہ ایک روز خود جناب محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کرنے کی نیت سے تلوار لیکر نکل پڑے لیکن ابھی راستے ہی میں تھے کہ نُعیم بن عبد اللہ النحام عدوی سے یا بنی زہرہ یا بنی مخزوم کے کسی آدمی سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے تیور دیکھ کر پوچھا: عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرکے بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچ سکوگے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: معلوم ہوتا ہے تم بھی اپنا پچھلا دین چھوڑ کر بے دین ہو چکے ہو۔ اس نے کہا عمر! ایک عجیب بات نہ بتا دوں! تمہارے بہن بہنوئی بھی تمہارا پچھلا دین چھوڑ کر بے دین ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر عمر غصّے سے بے قابو ہو گئے اور سیدھے بہن بہنوئی کا رخ کیا۔ وہاں انہیں حضرت خبّاب بن ارت رضی اللہ عنہ سورہ طٰہٰ پر مبنی ایک صحیفہ پڑھا رہے تھے اور قران پڑھانے کے لئے وہاں آنا جانا حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ کا معمول تھا۔ جب حضرت خبّاب نے حضرت عمر کی آہٹ سنی تو گھر کے اندر چھپ گئے۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن نے صحیفہ چھپا دیا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے قریب پہنچ کر حضرت خبّاب کی قراءت سن چکے تھے؛ چنانچہ پوچھا یہ کیسی دھیمی دھیمی سی آواز تھی جو تم لوگوں کے پاس میں نے سنی تھی؟ انہوں نے کہا کچھ بھی نہیں، بس ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ

عنہ نے کہا: غالبا" تم دونوں بے دین ہو چکے ہو؟ بہنوئی نے کہا: اچھا عمر! یہ بتاؤ! اگر حق تمہارے دین کے بجائے کسی اور دین میں ہو تو؟ حضرت عمر کا یہ سننا تھا کہ اپنے بہنوئی پر غصّہ ہوئے۔ انکی بہن نے لپک کر انہیں اپنے شوہر سے الگ کیا تو بہن پر بھی سختی کی۔ بہن نے جوش غضب میں کہا: عمر! اگر تیرے دین کے بجائے دوسرا دین ہی بر حق ہو تو؟

اَشهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہ وَ اَشهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللہ۔

میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں شہادت دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر مایوسی کے بادل چھا گئے اور انہیں اپنی بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر شرم وندامت محسوس ہوئی، کہنے لگے؛ اچھا یہ کتاب جو تمہارے پاس ہے ذرا مجھے بھی پڑھنے کو دو۔ بہن نے کہا!" تم ناپاک ہو" اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اٹھو غسل کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر غسل کیا پھر کتاب لی اور "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھی۔ کہنے لگے یہ تو بڑے پاکیزہ نام ہیں۔ اسکے بعد

طٰهٰ سے اِنَّنِي اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِي وَاَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔ (سورۃ طٰہٰ: 1-149)

تک قراءت کی کہنے لگے:" یہ تو بڑا عمدہ اور بڑا محترم کلام ہے۔ مجھے محمدؐ کا پتہ بتاؤ!۔ حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ فقرے سن کر باہر آ گئے اور کہنے لگے:" عمر! خوش ہو جاؤ- مجھے امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کی رات تمہارے متعلق جو دعا کی تھی کہ (اے اللہ! عمر بن ابن الخطاب یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعے سے اسلام کو قوت پہنچا) یہ وہی ہے۔ اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کے پاس والے مکان میں تشریف فرما ہیں"۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار حمائل کی اور اس گھر کے پاس آ کر دروازے پر دستک دی۔

ایک آدمی نے اٹھ کر دروازے کی دراز سے جھانکا تو دیکھا حضرت عمر تلوار حمائل کئے موجود

ہیں۔ لپک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، اور سارے سمٹ کر یکجا ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا: عمر ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بس! عمر ہے دروازہ کھول دو۔ اگر وہ خیر کی نیت سے آیا ہے تو ہم اسے خیر عطا کریں گے اور اگر کوئی برا ارادہ لیکر آیا ہے تو ہم اسی کی تلوار سے اسکا کام تمام کر دینگے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف فرماتھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ وحی نازل ہو چکی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ بیٹھک میں ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! کیا تم اس وقت تک باز نہ آؤ گے جب تک اللہ تعالیٰ تم پر بھی ویسی ہی ذلت ورسوائی اور عبرتناک سزا نازل نہ فرمادے، جیسی ولید بن مغیرہ پر نازل ہو چکی ہے؟ یا اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے۔ یا اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے قوت وعظمت عطا فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہوئے کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یقینا" آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر گھر کے اندر موجود تمام صحابہ کرام نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مسجد حرام والوں کو سنائی پڑی۔

ایک وقت ہوتا ہے جب دل پر اثر ہوتا ہے۔ آپ بھی مناسب وقت کا انتظار کریں پھر حکمت سے سمجھائیں۔

نبی ﷺ کی دعا تو دونوں کے لئے تھی لیکن عمرؓ کے حق میں قبول ہوئی۔ کیونکہ عمرؓ کے اندر خیر تھی۔

ابن مسعودؓ جب ابو جہل کو قتل کرنے لگے تو ابو جہل نے مرتے وقت کہا تھا اوچڑ واہے بڑی اونچی جگہ چڑھ گئے ہو۔ غرور اور تکبر سے بولا یعنی سردار کی چھاتی پر چڑھ گئے ہو۔ میری گردن کندھے تک کاٹنا تا کہ لوگوں کو پتا چلے کہ سردار کی گردن ہے۔

کبھی کسی کو بُرے یا گناہ کی حالت میں دیکھے تو اپنی طرف سے کوئی فتویٰ نہ دیں۔ مجھے یا آپ کو علم نہیں کہ اُس کے اندر کتنی خیر ہے اور اللہ نے کب اُس کو دین کی طرف لے آنا ہے۔

بعض اوقات لوگ اخلاقی طور پر اچھے ہوتے ہیں۔ لیکن عبادات میں اتنے اچھے نہیں ہوتے تو اللہ اُن کو بیماری دے کر گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ یا کسی اور آزمائش میں ڈال کر بخش دے گا۔ اللہ کی حکمت اور فیصلوں پر ہم کوئی رائے نہیں دے سکتے۔ اللہ اچھے لوگوں کو جہنم میں نہیں ڈالے گا۔

اس لئے اللہ اچھے لوگوں کو قیامت سے پہلے دنیا سے لے جائے گا۔ قیامت بدترین لوگوں پر آنی ہے۔

اپنی فکر کریں۔ حدیث کا خلاصہ ہے کہ دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ اس لئے موت کو یاد کیا کرو۔

صحابیؓ کی موت کا وقت تھا آپؐ نے پوچھا کیسا محسوس کر رہے ہو۔ وہ بولے اللہ کے نبیؐ اپنے گناہ یاد آ رہے ہیں۔ لیکن اندر کہیں اُمید ہے اللہ غفور الرحیم ہے معاف فرما دے گا۔ آپؐ نے فرمایا مومن ایسا ہی ہوتا ہے کہ اُمید کے اور ڈر کے درمیان کیفیت ہوتی ہے۔

عملی نقطہ: اپنے بستر پر لیٹ جائیں یا کہیں خاموشی سے بیٹھ کر سوچیں میری موت کا وقت آ گیا ہے۔ فرشتے آ گئے ہیں۔ قبر میں جانے والی ہوں۔ اب حساب کتاب شروع ہونے والا ہے۔ میں کیسا محسوس کرتی ہوں؟

جب ہم قرآن سے جڑے رہتے ہیں تو دل صاف ہوتا رہتا ہے۔ دل نرم رہتا ہے۔ قرآن کی محفلوں میں جاتے رہیں اور اپنا محاسبہ کرتے رہیں۔

ورنہ سوچ لیں کہ گوشت کو فریزر میں رکھ دیں تو کیسا پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے۔

عیسیٰؑ کا قول کہ اگر ایک غلام ایک پیسے کا چور ثابت ہو جائے تو کیا اُس کا مالک اُس کو ایک لاکھ روپیہ دے گا؟ اسی طرح کہ جو بندہ چھوٹی بات نہیں مانتا تو پھر اللہ اُس کو کوئی بڑا کام دے گا؟

اللہ ایسے لوگوں کو دین کی طرف کیوں لائے گا جو مخلص ہی نہیں ہیں۔ جو درمیان میں سے چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

مثال جیسا صحت مند کھانا جسم کے لئے طاقت بنتا ہے تو وہی کھانا جب بیمار انسان کو دیا جائے تو اُسے قے ہو جاتی ہے حالانکہ کھانا صحیح ہوتا ہے۔ اسی طرح بیمار ذہن والا قرآن سے فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ قرآن شفا ہے۔ روح کی غذا ہے۔ جن کی روح بیمار ہو وہ قرآن سے فائدہ نہیں لیتے۔ انہیں اپنی بیماری کا علاج کرنا چاہیئے۔

حدیث کا خلاصہ: قرآن وہ دولت ہے کہ علماء کبھی اس سے سیر نہیں ہوتے۔

قرآن کو سیکھنا اور پڑھنا انسان کے صحت مند ہونے کی علامت ہے۔